چند یادیں

قاری عبدالحفیظ ریسرچ اسسٹنٹ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

صادق و مصدوق ﷺ نے قرب قیامت کی جہاں اور بہت سی چھوٹی بڑی نشانیاں بیان کیں ہیں وہیں یہ بھی بیان کیا ہے۔

ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم و یکثر الجهل وفی روایة یقل العلم و یظهر الجهل (مشکواة: ص: ۴۶۹)

قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اوراہل علم اٹھتے چلے جائیں گے، جہالت میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا، وارثین انبیاء یعنی علماء ربانیین، علماء حق اور تعلق مع اللہ کی دولت سے مالامال علماء فقہاء میں کمی ہوتی جائے گی۔ نفسانی خواہشات کے حامل علماء سو، چند ٹکوں کے عوض اپنے نظریات وافکار تبدیل کردینے والے اور چند سکوں کی جھنکار پر اپنی متاعِ ایمان و یقین کو فروخت کرنے والوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس ﷺ کا یہ اشاد بھی نقل فرماتے ہیں۔

ان اللّٰه لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء (مشکوٰۃ: ص: ۳۳)

ترجمہ: بلا شبہ اللہ تبارک وتعالی (دنیا سے) علم اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ لوگوں کے سینوں سے کھینچ لیں بلکہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالیا جائے گا۔

۱۰/جنوری ۹۲ء کو قرب قیامت کی ایک اور علامت پوری ہوگئی یعنی عالم ربانی، ولی کامل، زاھد شب زندہ دار، جامع شریعت و طریقت، استاذ العلماء، اسوۃ الصلحاء، فقیہ بے مثال خطیب باکمال ہمارے مخدوم و محترم حضرت مولانا سیّد محمد متین ہاشمی "رحمہ اللہ" ہوگئے۔

این صبح چه صبح است که خوں شد جگر من
این شام چه شام است که سنگ است وسرمن

مولانا ہاشمی رحمہ اللہ سے میرا تعلق اس وقت قائم ہوا جب میں نے جنوری ۸۷ء میں ریسرچ سیل میں ملازمت اختیار کی۔ یہ بھی ان کی سراسر شفقت، مہربانی کا نتیجہ تھا کہ مجھ جیسے بے مایہ اور بے بضاعت شخص کو انہوں نے دین کی خدمت کا ایک موقعہ عطا فرمایا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مولانا کے ساتھ یہ تعلق جنوری ۸۷ء سے شروع ہو کر انکے دم واپسیں یعنی جنوری ۱۹۹۲ء تک کامل پانچ سال رہا، پانچ سال کی طویل مدت کسی شخص سیرت و کردار، اخلاق و معاملات، عادات و اطوار، حالات و کیفیات، جذبات و احساسات کو پرکھنے کیلئے ایک اچھا خاصا زمانہ ہوتا ہے۔ اس طرح مولانا کو انتہائی قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ان کی جلوت و خلوت، ان کی عبادت و ریاضت، معاشرت و مجالست، موانست و محبت کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آئندہ سطور میں اسی دوران کی چند یادیں پیش کی جارہی ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی کے ساتھ محبت و عقیدت

مولانا ہاشمی مرحوم کو اپنے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ انتہائی والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مولانا مدنی جیسا شخص زندگی میں آج تک نہیں دیکھا اور نہ دیکھوں گا۔ جب کبھی مجلس میں مولانا مدنی کا ذکر چھڑ جاتا تو ان کے واقعات و حالات ایسے بیان فرماتے جیسے کوئی عاشق زار اپنے محبوب کا تذکرہ کر رہا ہو۔ دوران گفتگو احتراماً مولانا مدنی کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ "حضرت شیخ" کہکر ان کا ذکر کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں تو میں یہی سمجھتا رہا کہ "حضرت شیخ" سے وہ اپنے پیر صاحب مراد لیتے ہیں۔ ایک روز شبہ ہوا تو دریافت کرنے پر انہوں نے تصریح کی کہ مولانا مدنی مراد ہیں۔ مولانا ہاشمی صاحب کی مولانا مدنی سے محبت کا اندازہ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک بار دوران گفتگو راقم نے مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی کی کتاب "شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات" کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ میں نے تو نہیں پڑھی۔ اگلے روز ان کی فرمائش پر میں نے وہ کتاب پیش خدمت کردی۔ دفتر میں مولانا نے اسے سرسری نگاہ سے دیکھا اور شام کو گھر لے گئے۔ اگلے

روز جب دفتر تشریف لائے تو راقم نے کتاب کے متعلق دریافت کیا تو فرمانے لگے رات عشاء کی نماز کے بعد میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا تو جب تک ختم نہ ہوئی چین نہ آیا اور رات اڑھائی بجے کے قریب میں نے اسے مکمل پڑھ ڈالا۔ پھر فرمانے لگے کہ بعض واقعات تو مجھے پہلے سے معلوم تھے اور بعض واقعات کا اس سے علم ہوا اور بعض ایسے واقعات بھی میرے علم میں ہیں جو اس کتاب میں درج نہیں ہیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ آپ وہ واقعات لکھ دیں تاکہ آپ کے نام سے انہیں اس کتاب کے اگلے ایڈیشن میں شامل کیا جاسکے۔ لیکن مولانا نے تواضعاً انکار کردیا۔

ایک بار فرمایا کہ زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ میں اپنے ایک عزیز کے ہاں گیا تو وہ کہنے لگے تمہارا دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کا ہمیں کیا فائدہ؟ میں نے پوچھا کیا مطلب تو میرے اس عزیز نے جواب دیا کہ ہماری شادی کو اتنے سال ہوگئے ہیں لیکن ہمارے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ مولانا ھاشمی مرحوم فرمانے لگے کہ میں نے وہیں سے مولانا مدنی کو خط لکھا اور تمام صورت حال واضح کردی۔ جواب میں مولانا مدنی نے میاں بیوی کیلئے چند تعویذ ارسال کر دیئے۔ مولانا ھاشمی صاحب فرمانے لگے! کچھ عرصہ کے بعد جب میں دوبارہ اسی عزیز کے گھر گیا تو ان کی بیوی نے کہا جب سے آپ نے دیوبند سے تعویذ منگوا کر ہمیں دیئے ہیں تو ہر سال کیلنڈر کی طرح ہمارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ خدارا یہ اب آپ ہی بند کرائیں۔ میں تو بچوں کی تعداد کی وجہ سے تنگ آگئی ہوں۔ ھاشمی صاحب فرمانے لگے کہ میں نے پھر مولانا مدنی کو خط لکھا اور موجودہ صورت حال واضح کرکے ان سے یہ درخواست کی کہ وہ ایسے تعویذ ارسال کریں جس سے اولاد نہ ہو۔ میرے خط کے جواب میں مولانا مدنی نے دو تعویذ ارسال کیئے کہ ایک کا پانی شوہر پی لے اور دوسرے کا بیوی۔ میاں بیوی نے ایسا ہی کیا تو مولانا فرمانے لگے کہ اس کے بعد ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مدنی کا احترام

ایک بار دوران مجلس ھاشمی صاحب فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں غالباً دہلی میں تھا کہ جمیعت العلماء ہند کا ایک جلسہ ہوا اس میں میں بھی شریک ہوا جلسہ مولانا ابوالکلام آزاد کی زیر صدارت تھا کچھ دیر بعد مولانا مدنی بھی تشریف لے آئے۔ مولانا مدنی کے آنے کے کچھ دیر

بعد میں نے دیکھا کہ مولانا آزاد کرسی صدارت سے اٹھ کر نیچے چلے گئے۔ اور چند منٹ بعد واپس آکر پھر کسی صدارت سنبھال لی۔ مولانا ھاشمی صاحب فرمانے لگے ! مولانا آزاد نے جب دو تین بار ایسا کیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں جا کر دیکھوں تو سہی کہ مولانا آزاد کہاں بار بار اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ اس خیال سے میں اٹھ کر مولانا آزاد کو ڈھونڈنے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا آزاد اسٹیج کی اوٹ میں کھڑے سگریٹ نوشی کر رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا کہ مولانا مدنی کے آنے سے قبل تو وہ سٹیج ہی پر سگریٹ نوشی کرتے رہے لیکن مولانا مدنی کے آجانے کے بعد ان کے احترام میں مولانا آزاد نے سگریٹ پینا مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے جلسہ کے اختتام تک مولانا آزاد نے یہی معمول اپنائے رکھا۔

جامعہ عربیہ اسلامیہ کی تاسیس

مولانا نے ایک مجلس میں بتایا کہ قیام پاکستان کے بعد جب پہلی مرتبہ میں ہندوستان گیا تو حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ سے ملاقات کیلئے دیوبند بھی حاضر ہوا۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ آج کل کیا کر رہے ہو؟ جواباً میں نے عرض کیا کہ ایک کالج میں لیکچرار ہوں۔ تب حضرت مدنی نے فرمایا کہ اس سے تو میں تمہیں منع نہیں کرتا لیکن ساتھ ہی ایک مدرسہ بھی قائم کرو اور اس میں تدریس کے فرائض خود بھی سرانجام دو۔ میں انشاء اللہ دعا بھی کروں گا۔ ھاشمی صاحب فرماتے تھے کہ جب میں سید پور (بنگلہ دیش) واپس پہنچا تو میں نے ایک جگہ چھوٹی سے مسجد میں ایک بڑے میاں کو بچوں کو پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ یہاں ملازم ہیں؟ بڑے میاں نے جواب دیا کہ ملازم کسی کا نہیں ہوں۔ تب ھاشمی صاحب نے انہیں کل وقتی ملازم رکھ لیا اور اگلے دن مدرسہ کا نام جامعہ عربیہ اسلامیہ تجویز کر کے مدرسہ کی طرف سے جلسہ کا اعلان کردیا۔ جلسہ ہی میں میں نے مدرسہ کے اجراء کا تذکرہ کیا تو ایک صاحب نے مسجد کے سامنے اپنی بلڈنگ اور مسجد سے ملحقہ جگہ مدرسہ کے نام وقف کرنے کا اعلان کردیا اور مدرسہ کے اخراجات کیلئے چندہ بھی کافی مقدار میں جمع ہوگیا۔ اس طرح حضرت مدنی رحمہ اللہ کی دعا کی برکت سے بہت آسانی کے ساتھ مدرسہ قائم ہوگیا۔ ھاشمی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب میں ۷۲-۱۹۷۱ء میں وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان آیا اس وقت مدرسہ میں ۸۰۰ کے قریب طلبہ زیر تعلیم تھے۔ آج بھی یہ مدرسہ بنگلہ

دیش کے بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ مجلس میں مولانا مودودی صاحب کا ذکر ہو رہا تھا اور جناب ریاض الحسن نوری صاحب بھی مجلس میں موجود تھے۔ جناب نوری صاحب نے مولانا سے پوچھا کہ مولانا مودودی صاحب نے دین کا کام تو بہت کیا ہے اور ان کی دینی خدمات سے انکار کی بھی گنجائش نہیں پھر علماء کرام مولانا مودودی کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ جواب میں مولانا ھاشمی صاحب رحمہ اللہ نے بہت عمدہ جواب دیا۔ فرمایا کہ وجوہات خواہ کچھ ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اپنے اپنے زمانہ کے تمام قطب مولانا مودودی کے مخالف ہیں۔ نوری صاحب کو چونکہ علم تھا کہ مولانا ھاشمی خود ولی کامل اور میدانِ تصوف کے شہسوار ہیں اس لئے یہ جواب سن کر نوری صاحب خاموش ہوگئے۔

انکساری مومن کی نشانی

ایک مومن کامل کی نشانی یہ ہے کہ انسان جتنا اس کے قریب ہوتا جائے تو اس کے ساتھ اس کی محبت میں اضافہ ہوتا جائے۔ اس لئے کہ قرب سے انسان کے وہ عیوب بھی کھل کر سامنے آجاتے ہیں جو دور رہنے والوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ اسی لئے محاورہ بھی ہے کہ "دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں" شہادت تو اسی کی معتبر ہوتی ہے جس نے خود قریب ہو کر بنظر غائر مشاہدہ کیا ہو۔ لہذا ابتداء تو راقم بھی دیگر افراد کی طرح مولانا کو عام سرکاری افسروں کی طرح ایک سرکاری افسر ہی سمجھتا رہا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا مولانا کی عظمت اور انکے ساتھ محبت کے نقوش دل پر گہرے ہوتے چلے گئے۔

بعض سرکاری افسروں کو خواہ مخواہ اپنے ماتحتوں پر رعب جھاڑنے اور اپنی افسری دکھانے کی عادت ہوتی ہے اور وہ معمولی معمولی باتوں پر بھی اکثر ماتحتوں کو ڈانٹتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کا ماتحت عملہ ان کے منہ پر تو ان کی خوب عزت کرتا ہے اور پیٹھ پیچھے انہیں خوب گالیوں سے نوازتا ہے۔ حدیث شریف میں اسے بھی قرب قیامت کی نشانی اور علامت بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

اکرم الرجل مخافة شره. (مشکوٰۃ: ص: ۴۷۰)

کسی شخص کا احترام محض اس سے پہنچنے والے خوف سے کیا جائے (جبکہ دل اس کے

احترام سے خالی ہو)۔

ھاشمی صاحب کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا اس کی وجہ یہی تھی کہ انمیں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جو نتیجہ تھی اس حسن تربیت کا جو انہوں نے اپنے اکابر اسلاف سے پائی تھی۔ مولانا ھاشمی نے کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ ایک افسر ہیں اور ہم ان کے ماتحت۔ ان کا رویہ ہمارے ساتھ انتہائی مشفقانہ، ہمدردانہ، مربیانہ بلکہ ایک استاد اور والد کا سا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی افسر اور ماتحت کے مابین کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس طویل عرصہ میں صرف ایک بار ایسا ہوا کہ مولانا نے ایک کام کرنے کیلئے کہا۔ وہ کام مجھ سے نہ ہوسکا۔ تب مولانا نے کچھ ناراضی کا اظہار کیا۔ اگلے روز ھاشمی صاحب مرحوم نے خود مجھے اپنے کمرہ میں بلایا اور اولاً معذرت چاہی پھر فرمانے لگے کہ میری ڈانٹ ڈپٹ کا مقصد تمہاری ہی خیر خواہی ہے تاکہ تمہیں کام کرنا آجائے۔ تمہیں کام سکھانے کی وجہ سے تمہارے ذمہ کام لگاتا ہوں پھر جب تم نہیں کر پاتے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ راقم نے بھی عرض کیا کہ میں خود بھی جناب کو اپنے اساتذہ کی جگہ پر سمجھتا ہوں۔

ایک عجیب معذرت

اسی عاجزی اور انکساری کے سلسلہ میں ایک واقعہ اور سنتے جائیے۔ ۱۹۸۷ء میں (جو راقم کا یہاں پہلا سال تھا) جب رمضان المبارک شروع ہونے والا تھا تو راقم الحروف کو ہاشمی صاحب نے اپنے کمرہ میں بلایا اور فرمانے لگے کہ تم یہاں نئے آئے ہو تمہیں میری اس عادت کا علم نہیں ہے۔ لہذا میں رمضان المبارک شروع ہونے سے قبل ہی تم سے معافی چاہتا ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ میں سگریٹ پیتا ہوں اور رمضان المبارک میں روزوں کی وجہ سے میرے سگریٹ بند ہو جاتے ہیں تو مجھے خوب غصہ آتا ہے اور میں انہیں خوب ڈانٹتا ہوں، میرے عملہ کو میری اس عادت کا علم ہے۔ تمہیں چونکہ اس کا علم نہیں اس لئے تم سے میں پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔

اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا میں افسری نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ تواضع، عاجزی اور انکساری ان میں ایسی ہی رچی بسی تھی جیسے پھولوں میں خوشبو رچی بسی ہوتی ہے۔

شیخ کی طرف سے ھاشمی صاحب کی مسلسل نگرانی

حضرت مولانا ہاشمی رحمہ اللہ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ لیکن ھاشمی صاحب کے شیخ نےھاشمی صاحب کو تربیت و تکمیل سلوک کیلئے اپنے ایک خلیفہ جناب مولوی محمد فاروق صاحب کے حوالہ کردیا۔ جناب محمد فاروق صاحب بھی ایک کامل اور صاحب نسبت اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ انہوں نے ہاشمی صاحب کو ایسا لباس پہننے سے منع کر رکھا تھا جوعام لوگوں سے انہیں کسی بھی درجہ میں ممتاز کرتا ہو اور جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ شخص کوئی عالم یا پیر ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں تمام تر توجہ صرف باطن کے سنوارنے پر تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ پنجاب کے ایک نقشبندی بزرگ کا تذکرہ ہو رہا تھا راقم الحروف نے عرض کیا کہ ان کے تمام خلفاء عمامہ باندھتے اور ہاتھ میں مخصوص قسم کا عصا رکھتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ ھمارے پیر صاحب نے مجھے امتیازی لباس پہننے سے منع کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نماز جمعہ پڑھانے کیلئے مسجد میں آیا تو ایک صاحب نے مجھے عربی جبہ پہننے کیلئے پیش کیا۔ میں نے انکار کردیا لیکن جب اس نے زیادہ اصرار کیا اور یہ کہا کہ میں نے صرف آپ ہی کیلئے خریدا ہے تب میں نے وہ جبہ پہن لیا۔ اس واقعہ کے ٹھیک پندرہ دن بعد میرے پیر صاحب کا خط آگیا جس میں میرے جبہ پہننے پر تنبیہہ فرمائی تھی اور آئندہ کیلئے سختی سے منع کردیا۔

مولانا مدنی کا معمول اور ان کا حافظہ

ھاشمی صاحب نے ایک بار دوران مجلس فرمایا کہ حضرت مدنی کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد ورزش کیا کرتے تھے اس کے بعد کچھ دیر لیٹ جاتے اور پھر آٹھ بجے اٹھکر حدیث شریف کے درس میں آجاتے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کو ایک لاکھ حدیث سند اور متن کے ساتھ ازبر تھی۔ اگلے ٹائم بخاری جلد اول اور ترمذی کا درس دیتے تھے اور رات عشاء کے بعد بخاری جلد ثانی کا۔ رات کے سبق میں عبارت خود پڑھتے تھے اور آنکھوں میں آنسو جاری رہتے تھے۔ چار پانچ صد طلبہ میں کوئی ایک اونگھنے لگتا تو فوراً گرفت میں آجاتا۔ سبق میں جب

کوئی حوالے کی بات آتی تو زبانی حوالوں کے انبار لگا دیتے۔ احناف کے دلائل پر آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے معطر دارالحدیث میں درسِ حدیث کے وقت ایک عجیب سماں ہوتا تھا۔

حدیث " لا تشد الرحال الخ " کے موقعہ پر جلال میں آجاتے اور فرماتے میں بڑے احترام اور معذرت کے ساتھ ابن تیمیہ سے کہتا ہوں کہ ان کی رائے غلط اور گمراہ کن ہے اس پر یہ نقلی دلائل اور یہ عقلی دلائل ہیں۔ نوٹ کرلو۔ حضرت مدنی کے حافظہ کے متعلق حاشمی صاحب نے بتایا کہ صرف ایک مہینہ میں جزیرہ انڈیمان کے اندر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ہاں گرفتاری کی حالت میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے۔

ایک ہی امام کی تقلید کیوں

ایک روز حاشمی صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تقلید ائمہ اربعہ کے سلسلہ میں بات ہوئی تو فرمایا کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حق ان چاروں مسالک میں دائر ہے۔ آپ دنیا کی کوئی چیز اور کوئی مسئلہ لے لیں وہ ان ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے ہاں مل جائے گا۔ یا کم ازکم اس کے حل کیلئے اصول و قواعد مل جائیں گے۔ حافظ غلام حسین صاحب نے یہ سوال اٹھایا کہ جب حق چاروں ائمہ اربعہ کے درمیان دائر ہے تو پھر یہ قید کیوں لگائی جاتی ہے کہ صرف کسی ایک امام کی پیروی کرو؟ حاشمی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا کہ مریض کا علاج ایک ہی قسم کے ڈاکٹر سے کرایا جاتا ہے۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ بیک وقت ایلوپیتھی ڈاکٹر، ہومیوپیتھی ڈاکٹر اور یونانی حکیم کا علاج کرایا جاتا ہو۔ کسی بھی ایک کا علاج کرالیں اس سے فائدہ نہ ہو تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کا علاج کرالیں۔ یہی حال تقلید ائمہ اربعہ کا ہے۔ بیک وقت کوئی مسئلہ کسی کا اپنا لینا اور کوئی کسی کا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ یہ نفسانی خواہشات کی اتباع ہے۔

تقدیر کا مفہوم

ایک مرتبہ ڈاکٹر جان صاحب نے حاشمی صاحب سے تقدیر کا مسئلہ پوچھا اور یہ کہا کہ

جب تقدیر میں لکھا تھا کہ زید، بکر کو قتل کرے گا تو قصاص میں زید کو کیوں قتل کیا جاتا ہے۔

ھاشمی صاحب نے فرمایا زید کو کیسے معلوم تھا کہ تقدیر یوں ہے؟ تقدیر کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ لکھا تھا اس لئے قتل کیا بلکہ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ زید نے قتل کرنا تھا اس لئے لکھ دیا گیا۔ ایک ماہر ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مریض زندہ نہیں رہے گا یا استاذ کہتا ہے کہ یہ طالب علم فیل ہو جائے گا۔ اب اگر مریض کی وفات ہوجاتی ہے اور طالب علم فیل ہوجاتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ ڈاکٹر یا استاذ نے کہا تھا لہذا مریض فوت ہوگیا یا طالب علم فیل ہوگیا بلکہ مریض نے مرنا تھا۔ اور طالب علم نے فیل ہونا تھا اس لئے ڈاکٹر اور استاذ نے اپنے تجربے اور علم کی بنا پر پہلے کہ دیا۔ ایک ماہر فلکیات کہتا ہے کہ فلاں دن فلاں وقت اتنے گھنٹے اور اتنے وقت پر سورج گرہن ہوگا۔ اب یہ مطلب نہیں کہ چونکہ ماہر فلکیات نے کہا تھا اس لئے گرہن لگا ہے بلکہ چونکہ گرہن لگنا تھا اس لئے ماہر نے اپنے علم کی بدولت پہلے کہ دیا۔ یہی حال تقدیر کا ہے چونکہ باری تعالی کو اپنے ازلی و ابدی علم کی بدولت معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص ایسا کریگا اور اس کا علم کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ لہذا لکھ دیتا ہے۔ کام کے کرنے پر اللہ تعالی مجبور نہیں کرتا ہے۔ اس نے قوت دی ہے اس قوت کو انسان قتل کرنے میں بھی لگا سکتا ہے۔ اور اس قوت کو خدمت کرنے پر بھی صرف کرسکتا ہے۔ اب یہ اس کا اختیار ہے۔ تقدیر کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ طاقت و قوت کے معاملہ میں انسان مجبور ہے اور اس طاقت وقوت کے استعمال میں مختار ہے۔

حضرت علی المرتضٰیؓ سے کسی نے تقدیر کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا ایک ٹانگ اٹھاؤ۔ اس نے ٹانگ اٹھائی تو فرمایا اب دوسری ٹانگ بھی اٹھاؤ اس نے کہا یہ تو نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا بس یہی تقدیر ہے۔ ایک حد تک انسان مختار اور ایک حد تک مجبور ہے۔

مولانا ادریس کاندھلوی کا زہد و تقویٰ

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے متعلق ھاشمی صاحب نے بتایا کہ انتہائی زاہد اور سادہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے۔ تفسیر بیضاوی پڑھاتے تھے۔ دارالعلوم سے چار صد روپے وظیفہ ملتا تھا۔ جامعہ کی انتظامیہ نے ازخود وظیفہ میں ایک سو روپے کا اضافہ کردیا۔ ایک کارکن خوشخبری دینے کیلئے آیا تو مولانا اس سے سخت ناراض ہوئے۔ دفتر میں

جا کر فرمایا تمہیں کس نے اجازت دی ہے کہ ہمارے وظیفہ میں اضافہ کرو۔ جب میرا گزارہ سابقہ وظیفہ پر ہو رہا ہے تو اضافے کی کیا حاجت ہے۔

ایک مرتبہ اہلیہ بگڑنے لگیں کہ گوشت لانے والا کوئی نہیں فلاں لڑکا چلا گیا ور فلاں بھی مولانا کو معلوم ہوا تو فرمایا اس میں بگڑنے کی کون سی بات ہے۔ کیا گھر میں دال نہیں؟ بیوی نے بتایا کہ ہے۔ فرمایا تو پھر وہی تیار کرو۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے متعلق ہاشمی صاحب نے بتایا کہ وہ ہمیشہ چٹائی پر بیٹھتے اور چٹائی پر ہی سوتے۔ اگر کوئی مہمان آتا تو اسے چارپائی دیتے اور ہر ممکن اس کی خدمت کرتے حتی کہ حقہ پینے والے مہمان کو اپنے ہاتھ سے حقہ تیار کر کے دیتے۔ مہمان کے رخصت ہوتے وقت اس کے ساتھ بھی کھانا بندھواتے کہ راستہ میں کھا سکے گا۔ جو بھی حدیث بیان فرماتے بمع سند بیان فرماتے۔ اگر کبھی کسی طالب علم نے فتح الباری، قسطلانی یا عمدة القاری وغیرہ کتب سے کوئی اعتراض اٹھایا تو فرمایا اچھا تم وہاں سے اعتراض کر رہے ہو تو اس کا جواب ساتھ ہی لکھا ہے۔ دیوبندی بریلوی اختلافات سے سخت گریز فرماتے تھے۔ اگر کبھی کسی نے ایسا سوال پوچھ لیا تو فرماتے تمہیں اس کے علاوہ کوئی سوال ہی نہیں آیا؟

دارالعلوم کے لنگر سے کھانا منگواتے تو حساب دے دیتے۔ ناغوں کا حساب کر کے ماہانہ وظیفہ سے وہ رقم منہا کرا دیتے۔

شیخ الادب مولانا اعزاز علی کی ھاشمی صاحب پر شفقت

مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ (شیخ الادب) کے متعلق بتایا کہ پوری کلاس (دو اڑھائی صد طلبہ) میں ہم چار پانچ طلبہ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اکثر ہم میں سے عبارت پڑھواتے اور اگر ہم میں سے کوئی نہ ہوتا تو خود جا کر کمرے سے لے آتے۔ یہ محض ان کی محبت اور شفقت تھی۔ مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ کے متعلق بتایا کہ دارالعلوم دیوبند میں میرے تین سالہ قیام کے دوران انہوں نے کبھی مجھے السلام علیکم کہنے کا موقعہ نہیں دیا بلکہ ہمیشہ سلام میں پہل فرماتے تھے۔ دوسرے یہ کہ چالیس پچاس سال سے ہدایہ اخیرین پڑھاتے رہنے کے باوجود جس رات مطالعہ نہ فرما سکتے صبح آ کر طلبہ سے صاف صاف کہہ دیتے کہ آج میں نے

مطالعہ نہیں کیا۔ لہذا سبق نہ ہوگا۔ آج ہم لوگ بغیر مطالعہ ہی کے بخاری پڑھانا شروع ہوجاتے ہیں۔

اپنے والد صاحب کے متعلق بتایا کہ وہ ایک پائے کے وکیل اور عالم تھے۔ باشرع تھے۔ میرے دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے پر بڑے خوش تھے۔ میرے ساتھ اکثر علمی بحث مباحثہ فرماتے رہتے۔ اجنبی آدمی ہمیں بیٹھا دیکھ کر یہی محسوس کرتا کہ یہ دونوں دوست ہیں۔ پھر فرمایا! انہوں نے کبھی مجھے براہ راست نہیں ٹوکا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوجاتی تو کسی کے ذریعہ متنبہ فرماتے۔ ایک مرتبہ میرا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے دیکھ لیا تو ایک آدمی کے ذریعے کہلا بھیجا کہ تم تو عالم ہو کیا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ باندھنا ٹھیک ہے؟ چنانچہ اس کے بعد میں نے ہمیشہ احتیاط برتی۔